نقشِ قدم پر چلنے کا عہد کریں ۔ ان کی یاد منانے کا یہی ایک طریقہ ہے ۔ چنانچہ آج ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ پاکستان کو جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا ، اس کو بروئے کار لانے کے لئے اخلاص کے ساتھ وقفِ عمل ہو جائیں ۔ کیونکہ ہمیں موجودہ وقت میں تین محاذوں پر اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے :-

(۱) پاکستانی سوسائٹی کو ایسی صحت مند اخلاقی قدروں پر استوار کرنا جس میں ہر آدمی کی محنت ، آبرو اور جان کا تحفظ ہو ۔

(۲) مشرقِ وسطیٰ کی مسلم قوموں ، جن کے ساتھ ہماری تقدیریں وابستہ ہیں ، کو وحدت اور اتحاد کی لڑی میں پرونا تاکہ مسلم دنیا فلسفہ مادیت سے تنگ آمدہ انسانیت کو سہارا دینے کے لئے اپنا تاریخی کردار ادا کرے ۔

(۳) دنیا کی مظلوم اور غریب قوموں کا ساتھ دینا ، یہ ہمارا اسلامی فریضہ ہے کہ ہم دنیا میں ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں اور مظلوم قوموں کی مقدور بھر مدد کریں ۔

ان تین محاذوں پر کام تبھی ہو سکے گا کہ ہمیں اپنے نصب العین پر پورا پورا یقین ہو ، مسرّت کا مقام ہے کہ ہمارے ۱۹۷۳ء کے دستور نے قومی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے ہمارے سامنے نصب العین کو واضح کر دیا ہے ۔ اس نصب العین کو عملی طور پر کامیاب بنانے کے لئے عوام کو حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کرنا ہوگا ، کیونکہ عوام کے تعاون کے بغیر کوئی بھی قانون خواہ وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو ، حقیقت کا روپ نہیں بدل سکتا ۔

عبدالماجد دریابادی

افسوس کہ برصغیر کی ایک ممتاز علمی اور ادبی شخصیّت مولانا عبدالماجد دریابادی ایک طویل بھرپور ادبی زندگی بسر کرنے کے بعد ۸۴ سال کی عمر میں وفات پا گئے ۔ مولانا ان چند لوگوں میں سے تھے جن کا قلم ۶۰ سال ادھر سے تلاشِ حق اور تبلیغِ حق کے لئے وقف رہا ۔ مولانا کے ممتاز معاصرین میں شبلی ، محمد علی جوہر ، ابوالکلام آزاد اور سلیمان ندوی تھے ، جنہوں نے ادب اور مذہب میں دیرپا نقش چھوڑے ہیں ۔ مولانا فلسفہ کے طالب علم تھے اسی لئے انہوں نے تلاشِ حق کا سفر تشکیک کی منزل سے شروع کیا ، چنانچہ شروع میں وہ خدا پر یقین نہیں رکھتے تھے ، اسلام اور پیغمبرؐ اسلام دونوں ان کے قلم کا نشانہ بنے ، لیکن جب شک و شبہ کی وادیوں کو قطع کر کے آبِ حیات تک پہنچے ، تو پھر وہ سراپا

اخلاص اور ایثار کی تصویر بنا گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ گاندھی جی اور راجہ بھگوان داس کی تحریریں بھی عبدالماجد کو مذہب کی طرف لائیں۔ اس امر کا انھوں نے برملا اعتراف کیا۔

سیاست میں انہوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ لیکن نظریۂ پاکستان کے مخالف لوگوں سے بھی برابر خوشگوار تعلقات رکھے اور جب تقسیمِ ہند کے بعد مسلم لیگ کے بعض رہنما جو ترنگے جھنڈے کو سلامی دینے کے بعد ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کو بے سہارا چھوڑ کر پاکستان بھاگ آئے، تو عبدالماجد نے بھارت میں رہ کر فسطائی اور فسادی طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مرتے دم تک جس بات کو حق سمجھا، اس کی برابر تبلیغ کرتے رہے۔ انھوں نے ہمیشہ ہندوستان کے مظلوم انسانوں کا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کوئی دوسری اقلیت، ساتھ دیا اور عدل و انصاف کی طاقتوں کو ہمیشہ ان کا تعاون حاصل رہا۔

ہماری یہ رائے ہے کہ برّصغیر کی تاریخ کے طالبِ علم کو مسلمانوں کی اجتماعی، ادبی اور سیاسی تحریکوں کا جائزہ لینے کے لئے عبدالماجد دریابادی کی تحریروں، خاص طور پر 'سچ'، 'صدق'، 'صدق جدید' کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ مولانا کی تحریروں کو پڑھے بغیر تحریکِ خلافت سے شاید ہی کوئی مورّخ انصاف کر سکے۔ مولانا جب تصوف کی طرف آئے تو علماء دیوبند کے سرخیل مولانا اشرف علی تھانوی سے رجوع کیا۔ یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ عبدالماجد کے ایک دوسرے ممتاز ساتھی مرحوم سید سلیمان ندوی کو بھی بالآخر پناہ مولانا تھانوی ہی کے پاس ملی۔ اس لئے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ندوۃ العلماء کا پائے تحقیق جہاں پر جا کر رکتا ہے وہیں سے وادئ دیوبند کی تہذیب شروع ہوجاتی ہے۔ مولانا نے اپنے مرشد سے ملاقاتوں کا ذکر اپنی معروف کتاب "نقوش و تاثرات" میں کیا۔ آپ نے جس محبت اور سوز و گداز سے شیخ تھانوی کا تذکرہ کیا ہے، وہ بس آپ ہی کا حصّہ ہے۔ 'فوائد الفواد' میں شیخ نظام الدّین اولیاء کے حلقہ میں جس انداز سے خواجہ حسن جواہر پارے اکٹھے کرتے نظر آرہے ہیں، اسی طرح 'نقوش و تاثرات' میں عبدالماجد بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔

پرچہ پریس میں تھا، کہ ان کی وفات کی خبر ملی اس لئے ان کی خدمات پر تفصیلی تبصرہ کسی آئندہ شمارے میں کیا جائے گا۔